ہندو تہذیب اور مسلمان

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب
استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

نکاح بیوہ گان

قدیم الایام سے ہندوؤں میں بیوہ کا عقد ثانی نہیں ہوتا تھا[1] اسی طرح مسلمانوں نیں بھی بیوہ کے عقد ثانی کو برا اور مذموم سمجھتے تھے شاہ ولی اللہ کا بیان ہے :-

"ہندوؤں کی ایک بدترین رسم یہ ہے کہ بیوہ کی شادی نہیں کرتے۔ یہ بدترین رسم عربوں میں کبھی نہ تھی، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نہ آپ کے زمانے میں اور نہ آپ کے بعد"[2]

---

[1] THECLASSICAL AGE , P 566

حدیقۃ الاقالیم "و شوہر دیگر کردن میان ایشان رسم نیست"۔ ص ۵۳ کتاب الھند (اردو ترجمہ) جلد دوم۔ ص ۴۳ خلاصۃ التواریخ ص ۲۶ ہفت تماشا۔ ص ۱۱۲-۱۱۳

[2] وصیت نامہ شاہ ولی اللہ ص ۴ تقویۃ الایمان ص ۲۶۲۔ مرزا قتیل نے بھی لکھا ہے کہ "وہ لڑکی کو دوسری شادی سے محروم رکھتے ہیں، چاہے وہ سولہ سال یا اس سے بھی کم عمر میں بیوہ ہوگئی ہو اور اس معاملہ میں ان لوگوں اور قصبات کے شرفا کا حال قطعاً ہندوؤں کا سا ہے کہ اپنی انتہائی جہالت کے باعث شریعت کے احکام پر عمل نہیں کرتے ایسا کرنے والے کو نہایت ذلیل، کمینہ اور کم مرتبہ سمجھتے ہیں۔ اگر لڑکی بذات خود ہزاروں مردوں سے تعلق پیدا کرے تو اس سے نہیں جھجکتے۔ مگر اپنی خوشی اور دلی رغبت سے اس کا نکاح ایک دوسرے مرد سے نہیں کرتے"، ہفت تماشا۔ ص ۱۳۸

جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تو اس کے رشتہ دار اسے عقد ثانی سے منع کرتے کیوں کہ عقد ثانی ان کی نظر میں معیوب تھا اور اگر ان کی مرضی کے خلاف کوئی عورت عقد ثانی کرلیتی تو لوگ اس پر لعن وطعن کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالعموم بیوہ عورت اپنی پوری زندگی رنڈاپے میں کاٹتی تھی۔ [1]

فرقہ کنبوہ کے بارے میں لکھتے ہوئے مرزا قتیل رقمطراز ہے:

"آج سے پہلے اس فرقے کے مسلمانوں میں یہ بھی رسم تھی کہ اگر ان میں سے کسی کا داماد نکاح کے بعد اور رخصتی ہونے سے پہلے ہی مارا گیا یا کسی مرض میں گرفتار ہوکر گذر گیا تو لڑکی بیوہ عورتوں کا لباس پہن لیتی تھی۔ [2]

اس سلسلے میں مرزا قتیل نے ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک ہندوستانی حج اور زیارت کے لئے گیا ہوا تھا۔ عرب کے کسی شہر میں کسی ضرورت سے اسے چھ ماہ تک ٹھہرنا پڑا۔ وہاں کے ایک شہری سے اس کی دوستی ہوگئی اور یہ دوستی بہت بڑھ گئی تھی۔ دونوں صبح وشام ساتھ رہتے تھے اور دونوں میں بہت دانت کاٹی تھی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ عرب جوان کچھ دنوں تک اس ہندوستانی کے گھر نہیں آیا اور ہندوستانی نے اس کی جدائی کو بہت زیادہ محسوس کیا۔ ہفتہ دس دن کے بعد وہ ملا ہندوستانی نے اس سے گلا کرنا شروع کیا۔ عرب نے جواب دیا کہ میرے بھائی کیا کروں؟ میری ماں کا فلاں عرب سے نکاح تھا اور میرے سوا وہاں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو مجلس کا انتظام کرتا اس وجہ سے عقد کی رات کو اہل مجلس کو شربت پلانے میں مصروف تھا اور پہلے تین چار دن

---

[1] ملاحظہ ہو۔ صراط المستقیم ص ۱۱-۲-۲۱۔ تقویۃ الایمان ص ۴۸، وصیت نامہ شاہ ولی اللہ ص ۴۷

[2] ہفت تماشا۔ ص ۱۵۱۔

ضروری سامان مہیا کرنے میں لگا رہا تھا۔ ہندوستانی مرد نے یہ بات سن کر لاحول پڑھی اس کا دوست اس بات سے بہت شرمندہ ہوا۔ اس نے دوستی کو بالائے طاق رکھا اور قاضی کے سامنے جاکر حقیقتِ حال بیان کیا اور قاضی کے حکم سے اس ہندوستانی کو گرفتار کر لیا گیا۔ قاضی نے کہا "اے شخص! خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہو کہ کیا یہ سچ ہے کہ اس کی ماں کے نکاح کی خبر سن کر تو نے لاحول پڑھی تھی۔ ہندوستانی نے جواب دیا۔ بالکل سچ ہے اور میں نے ٹھیک ہی پڑھی تھی کہ میں پینتالیس سال کا ہونے کو ہوں، اس مدت میں کبھی بھی ہندوستان میں ایسا واقعہ میرے سننے میں نہیں آیا تھا۔[1]

حالانکہ اب اتنی سختی تو نہیں رہی جتنی کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں تھی کہ شاہ اسمٰعیل شہید کی بیوہ بہن کا عقد ثانی نہیں ہوا تھا مگر اب بھی یہ رسم جاری ہے۔ احمد علی نے اپنی تصنیف دلی کی شام "(یہ کتاب ۱۹۰۱ء میں لکھی گئی تھی) میں یہ واقعہ بیان کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں میں بیوہ کے عقدِ ثانی کو کتنا مذموم سمجھا جاتا تھا۔

"وحیدہ بیگم اصغر کی سب سے بڑی بہن تھیں۔ کم سنی ہی میں ان کی شادی بھوپال میں سید وحید الحق سے ہو گئی تھی جو بالکل غیر تھے۔ ابھی دوسرا بچہ گود ہی میں تھا کہ عین عالم شباب میں ہاتھوں کی چوڑیاں ٹھنڈی ہو گئیں۔ حالانکہ اسلام نے نکاح ثانی کی اجازت دی ہے مگر انھوں نے اپنے اوپر رنگ، اور ریشم حرام کر لیا۔ اس کی وجہ غالباً یہی تھی کہ ہندوؤں کے ہاں بیوہ کی شادی مذہباً منع ہے اور ہندوستان میں رہنے بسنے والے مسلمانوں پر بھی اس کے رسم و رواج کا اثر ہونا لازمی تھا"[2]

---

[1] ہفت تماشا۔ ص ۱۳۸-۱۳۹

[2] دلی کی شام از احمد علی (ترجمہ بلقیس جہاں) ناشر جامعہ مکتبہ لمیٹیڈ دہلی، ۱۹۶۸ء ص ۷۴

توہم پرستی

قدیم ہندوستان میں علم نجوم[1] کا عام رواج تھا۔ جب مسلمان ہندوستان آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی اور یہاں کے باشندوں سے ان کے تعلقات بڑھے تو انھیں بھی اس علم سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ علاء الدین خلجی[2] کے دورِ حکومت میں عوام و خواص دونوں کو اہل تنجیم سے بڑی دلچسپی تھی اور ضیاء الدین برنی[3] کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں میں علم نجوم کا عام رواج ہو گیا تھا[4] دہلی کا کوئی محلہ ایسا نہ تھا جس میں نجومی سکونت پذیر نہ ہوں۔ ملوک اور امراء اپنے بچوں کے زائچے تیار کروایا کرتے تھے اور اس کام کے صلے میں ان کو بڑے بڑے انعامات سے نوازتے تھے۔ ہندو اور مسلم سیکڑوں منجم اپنی دکانیں لگائے اس کام میں مصروف نظر آتے تھے۔ منجم کے مشورہ کے بغیر کوئی اہم کام شروع نہیں کیا جاتا تھا۔ برنی کا بیان ہے۔

---

[1] البیرونی رقمطراز ہے "ہمارے منجمین اور ہندو منجموں کے درمیان صرف ایک بات میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہے ہمارے منجمین اس حساب میں معوجہ ساعات کو استعمال کرتے ہیں۔ ان کے مطابق اس رات کا رب جو اس دن کے بعد ہے، وہ ستارہ ہوگا جو رب یوم سے تیرھواں پڑتا ہے اور برعکس (یعنی نیچے سے اوپر کی طرف) شمار کرنے میں دن کے رب سے تیسرا پڑتا ہے ہندوؤں کے رب کو پورے یوم کا رب قرار دیتے ہیں۔ رات دن کی تابع ہوتی ہے۔ اس کے لئے علیحدہ کوئی خاص رب نہیں ہے نہ جمہور ہندوؤں کا یہی طریقہ ہے۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ کتاب الہند (ا۔ ت) جلد اول۔ ص ۲۸۴-۲۸۹

۳۷۳، ۱۹۹۔ [2] متوفی جنوری ۱۳۱۶ء۔ [3] مصنف تاریخ فیروز شاہی [4] تاریخ فیروز شاہی ۳۶۳

"اشراف شہر را رسمے بودہ است کہ بے اختیار منجم در ہیچ مہمے دست نہ زندے و ہیچ تطہیرے و کار خیرے و خواستگاری بے اختیار منجم در دہلی نشدے" [1]

(اشراف شہر کی یہ موروثی رسم ہے کہ بغیر منجم سے دریافت کئے کوئی کار خیر اور کوئی معاملۂ خواستگاری بغیر منجم کی استصواب رائے کے نہیں ہوتا تھا۔)

ایک ایسے ماحول میں رہتے ہوئے سلطان علاء الدین خلجی متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا اور بالخصوص اس کے حرم کی مستورات پر نجومیوں کا بہت اثر تھا [2]

اس عہد میں نجومیوں کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے برنی لکھتا ہے:

"منجمان عصر علائی کہ ہم در استخراج احکام نجوم و ہم در رصد بندی ماہر و کامل بودند و از بسیاری اکابر و اشراف و بزرگان و بزرگ زادگان کہ شہر دہلی بدایشان مملو بود علم نجوم رواجی تمام داشت و ہر محلی از منجم خالی نبودی و منجمان از بادشاہ و ملوک و امراء و اکابر و اشراف و خواجگان و خواجہ زادگان انعامات و صدقات بسیار یافتندی و شاید کہ منجمان چہار صد و پانصد تقویم در دست و سی صد مولود نامہ فرزندان ملوک و امراء و وزراء و اکابر در خدمت بزرگان برسانیدندی و ہدایا و انعام یافتندی کہ از ان روزگار منجمان بغایت آراستہ گذشتی و اشراف شہر را رسمی موروث بودہ است کہ بی اختیار منجم در ہیچ مہمی دست نزدندی و ہیچ تطہیری و کار خیری و خواستگاری بے اختیار منجم در دہلی نشدی و بنیا نیان و فتحیان و صلاحیان و مولانا شرف الدین سطرزد فرد رکن عجائب کہ از منجمان استاد بودند۔ از سلطان علاء الدین دیہا و ادرارھا داشتند و بنیانیان کہ از ہم درین علم بیشتر بودند چندان صدقات از سلطان علاء الدین و از حرم او می یافتند کہ ایشان را از ان اسباب حاصل شد و در

---

[1] تاریخ فیروز شاہی ص/ ۳۶۳

[2] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۳۶۳-۳۶۴

شہر از مسلمانان وہندوان منجم بسیار بودند، بجز معارف ومشاہیر را در تاریخ ذکر کردن وجہ نیست وہم در عہد علائی سہ رمّال معروف وچندیں خوانندگان مشہور بودند"

ان میں سے مولانا صدر الدین لونی اور عزلی رمّال کول (علی گڑھ) کے باشندے تھے تیسرے معین الملک زبیری جو" در اظہار علم ضمیر وکشف احکام مغیبات دبیروں آوردن گم شدہ ساحری ہا می کردند" سلہ

سلطان فیروز شاہ تغلق (متوفی ۱۳۸۸ء) کو علم نجوم وہئیات سے بڑی گہری دلچسپی تھی وہ اکثر وبیشتر "منجمان دانا" اور "کاہنان باریک بین" سے ستاروں کے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتا تھا سلہ اس علم کا اس نے وسیع مطالعہ بھی کیا تھا اور اس فن میں کئی کتابیں بھی تصنیف کروائی تھیں۔ سیرت فیروز شاہی میں لکھا ہے:

"چندیں مصنفات ومولفات وقواعد آں بتالیف وتصنیف خاص مخصوص گشتہ وبا ملاو ارشاد حضرت مسطور مذکور است" سلہ

اس نے اسطرلاب سلہ ایجاد کیا تھا جو" اسطرلاب فیروز شاہی" کہلاتا تھا اور اس کو منارۂ فیروز آباد پر نصب کیا گیا تھا۔

جوالا مکھی کے مندر سلہ میں فیروز شاہ کو نجوم پر ایک سنسکرت کی تصنیف دستیاب

سلہ تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۶۳-۶۴

سلہ تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۱۴

سلہ سیرت فیروز شاہی ص ۱۵۳ ماخوذ از سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات (از پروفیسر خلیق احمد نظامی) ص ۳۹۸

سلہ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔ اسلامک کلچر (جنوری ۱۹۶۲ء ص ۴۹-۵۳، اکتوبر ۱۹۲۳ء ص ۲۲۱-۲۳۱، جولائی ۱۹۴۶ء۔ ص ۲۶۷-۲۸۴

سلہ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ تاریخ فیروز شاہی (عفیف) اردو ترجمہ ص ۱۴۴-۱۴۷ خلاصۃ التواریخ ۲۳۸

ہوئی تھی جس کا اس نے عزالدین خالد خانی سے نظم میں ترجمہ کرایا تھا اور اس کا نام دلائل فیروز شاہی رکھا گیا۔ نظام الدین بخشی نے اس کا مطالعہ کیا تھا اور کتاب کے بارے میں اس نے اپنی رائے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"الحق کتابیست متضمن اقسام حکمت علمی و عملی"[1]

یہاں تک کہ عبدالقادر بدایونی نے بھی اس کتاب کی تعریف کی ہے[2] سبحان رائے بھنڈاری کا بیان ہے کہ فیروز شاہ کو یہ کتاب بہت پسند آئی تھی اور اس نے:

"در صلہ آں بسیاری نقود از طلا و نقرہ و جامہ و جاگیر مرحمت کرد و مضمون آں کتاب اکثر اوقات مذکور محفل قدسی می شد"[3]

علاوہ ازیں علم نجوم پر بارا ہمبر کی مشہور تصنیف بارا ہی سنگھتا[4] کا بھی فیروز شاہ نے ترجمہ کروایا تھا اور اس زمانے میں یہ کتاب علم نجوم کی اعلیٰ ترین کتابوں میں شمار کی جاتی تھی۔ اور البیرونی نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا[5] مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ذخیرہ سرشاہ سلیمان میں اس کا ترجمہ "کتاب النجوم"[6] کے نام سے موجود ہے۔ اس کتاب کے شروع میں لکھا ہے۔

---

[1] طبقات اکبری۔ ۱/ص ۲۴۳

[2] منتخب التواریخ ۱/ص ۲۴۹

[3] خلاصۃ التواریخ / ۲۴۸

[4] KERN (کرن) نے ۱۸۶۵ء میں اس کتاب کو کلکتہ سے شایع کیا تھا اور ۱۸۷۰ء میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے رسالہ میں چھپا تھا۔

[5] البیرونی نے اس کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ کتاب الھند (ا۔ ت) ۱/ص ۲۰

[6] کتاب النجوم (نمبر ۵۲۶)

" این کتاب ترجمہ کردہ از ہندوی (سنسکرت) بفارسی امام ائمہ عبدالعزیز تھانیسری مؤلف تاریخ فیروز شاہی اصلح اللہ شانہ برحکم وغربان بادشاہ دین دار... ابوالمظفر فیروز شاہ...
این کتاب بارانی از نوادر کتب اہل ہند است "[۱]

فیروز شاہ تغلق فال پر بھی بہت اعتقاد رکھتا تھا[۲] ہر کام اور مہم پر جانے سے قبل قرآن سے فال نکالتا تھا۔ اور حد یہ تھی کہ گورنروں کا تقرر تک فال دیکھ کر کرتا تھا[۳] مزید برآں سلطان جادو، ٹونے، تعویذ اور گنڈوں کا بھی معتقد تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ غالباً سلطان کے اس دلچسپی کے سبب سے عبدالقوی المعروف بہ ضیاء نے اپنی کتاب راحت الانسان اس کے نام معنون کی تھی۔ اس کتاب میں تین باب اور چوہتر فصلیں ہیں۔ اس کا بیشتر حصہ تعویذ گنڈوں اور عملیات وغیرہ پر مشتمل ہے۔[۴]

قرون وسطی کے مصنفین نے اس عہد کے مدارس کا تفصیلی نصاب درج نہیں کیا ہے لہٰذا وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ علم نجوم بھی نصاب میں شامل تھا مگر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے خیال ظاہر کیا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ علم نجوم بھی طلبار کو پڑھایا جاتا ہو[۵]

عہد مغلیہ میں بھی علم نجوم سے گہری دلچسپی کا سلسلہ برابر برابر چلتا رہا۔ اکبر بادشاہ کو اس فن سے بے حد دلچسپی تھی۔ علم فلکیات میں تاجک نامی مشہور کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرایا گیا تھا

---

۱ کتاب النجوم۔ ص ۱

۲ عفیف۔ تاریخ فیروز شاہی / ۲۲۵

۳ ایضاً / ۲۲۵

۴ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات۔ ص / ۴۰۰

۵ STUDIES IN MEDIEVAL INDIAN HISTORY AND CULTURE - P= 76

۔ یہ ترجمہ مکمل خان گجراتی نے کیا تھا۔ [1] اس عہد میں سید میر شہرۂ آفاق منجم تھا۔ اس کو دربار میں بڑی عزت حاصل تھی اور اس کی کئی پیشین گوئیاں صادق ثابت ہوئی تھیں [2] عبدالقادر بدایونی اس منجم سے بہت متاثر ہوا تھا اور اس سے اس علم کے سیکھنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی۔ اس کا بیان ہے:۔

" میری اس ماہر نجوم سے انہی دنوں شناسائی ہوئی تھی میں نے اس علم کے سکھانے کی درخواست کی تو اس نے قبول کر لیا اور کہا یہ اہل بیت کا خاص علم ہے اور اس کے لئے چند شرائط کی پابجائی لازمی ہے۔ آخر میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ شرطیں شیعوں کے بعض مسائل کی تقلید سے متعلق ہیں اور یہ فال بھی دوسرے فالوں کی طرح جعلی اور اختراعی ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنی قوت ارادی سے کام لے کر ایسے فال بر آمد کر سکتا ہے۔ اس کا مجھے مشاہدہ بھی ہوا بلکہ میں نے خود بھی تجربہ کر کے دیکھ لیا، اور انہی دنوں سید کی تعلیم کا احسان اٹھائے بغیر ہی میں نے فال کے اس طریقے کو سیکھ لیا"۔ [3]

اکبر بادشاہ نے مدارس کے لئے نصاب خود تجویز کیا تھا۔ اور اس میں بادشاہ نے نجوم اور رمل کے مضامین بھی بطور لازمی مضامین کے شامل کئے تھے [4]

جہانگیر [5] اور شاہ جہاں بادشاہ کے دربار سے اہل تنجیم منسلک تھے۔ اور وہ بھی ان کے مشورے پر بڑی پابندی سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ ایک موقع پر جب شاہ جہاں بادشاہ نے دیکھا کہ اس کے امراء جمپت رائے بندیلہ سے مقابلہ کرنے میں پہلوتہی کر رہے ہیں تو اس نے

---

[1] آئین اکبری (ا-ت) ج ۱ حصہ اوّل - ص ۱۹۲ نیز بدایونی (ا-ت) ص ۱۴۵ (فٹ نوٹ)

[2] بدایونی (ا-ت) ص ۴۱۹ - ۴۲۰

[3] برائے تفصیل - آئین اکبری (ا-ت) ج ۱، ج ۱، ص ۲۸۸، آئین - ۲۴

[4] بدایونی (ا-ت) ص/۴۲۰

[5] جہانگیر کو جوتک رائے منجم سے بڑی عقیدت تھی - چناں چہ یہ منجم کئی مرتبہ سونے میں تلوایا گیا تھا۔ تزک جہانگیری (فارسی) ص ۲۵۸، ۳۲۹

درباری ہندو نجومی سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا اور اس کے مشورہ پر وہ بذات خود اس مہم پر روانہ ہوا۔[۱]

سترھویں اور اٹھارہویں صدی میں علم نجوم کا عام چرچا اور خواص و عوام دونوں نجومیوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور ان کے مشورہ کے بنا کوئی اہم کام شروع نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ جنگ کا وقت اور بچے کی ولادت کا وقت تک ان سے پوچھا جاتا تھا اور لاولد بادشاہ امرا اور دیگر اشخاص اولاد کے ہونے اور نہ ہونے تک کی بات تک ان سے معلوم کرتے تھے۔ برنیر کا بیان ہے:۔

"ایشیائی لوگ اکثر احکام نجوم کے ایسے معتقد ہیں کہ ان کے نزدیک دنیا کا کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے جو کواکب اور افلاک کی گردش پر منحصر نہ ہو۔ اور اس لئے وہ ہر ایک کام میں نجومیوں سے مشورہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ عین جنگ کے وقت جب کہ دونوں طرف صف بندی بھی ہو چکی ہو کوئی سپہ سالار اپنے منجم سے ساعت نکلوائے بنا لڑائی شروع نہیں کرتا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی نامبارک گھڑی میں لڑائی شروع کر دی جائے بلکہ منجموں سے دریافت کئے بغیر کوئی شخص سپہ سالاری کے عہدے پر مامور بھی نہیں کیا جاتا۔ علی ہذا القیاس بدوں ان کی اجازت کے نہ شادی بیاہ ہو سکتا ہے اور نہ کہیں کا سفر کیا جاتا ہے بلکہ ذرا ذرا سی باتیں بھی ان سے پوچھے بغیر نہیں کی جاتیں مثلاً لونڈی غلام کا خریدنا یا نیا کپڑا زیب تن کرنا اور اس احمقانہ توہم نے خلایق کو عموماً ایسی دقت میں ڈال رکھا ہے اور اس سے ایسے اہم اور نامرغوب نتیجے پیدا ہوتے ہیں کہ مجھے سخت تعجب ہے کہ اس قدر مدت سے یہ اعتقاد کیوں کر قایم چلا آتا ہے۔ کیوں کہ ہر ایک تجویز سے خواہ وہ کسی سرکاری کام کے متعلق ہو یا نجی کے۔ اور ہر ایک معاملہ سے خواہ وہ معمولی ہو یا غیر معمولی نجومی کو واقف کرنا

---

[۱] منوچی (انگریزی) جلد اول ص ۲۱۰، ۲۱۲، ۲۲۸

ضروری ہے"[1]

دہلی اور آگرہ کے بازاروں میں نجومی اور رمال اپنی پوتھیاں اور تختیاں لے کے اپنی اپنی دکانیں سربازار لگاتے تھے اور ان کے اردگرد لوگوں کا مجمع ہوتا تھا۔ ان میں ہر قسم کے لوگ اور طرح طرح کی ضرورتیں لے کر حاضر ہوتے تھے۔ اور اپنے مستقبل کے بارے میں مشورہ طلب کرتے تھے۔

برنیر رقمطراز ہے۔

"اور ہندو اور مسلمان نجومیوں اور رمالوں کا مرجع ہے اور یہ فاضل نجومی دھوپ میں ایک میلا سا قالین کا ٹکڑا بچھائے بیٹھے رہتے ہیں جن کے پاس علم ریاضی کے کچھ پرانے آلات ہوتے ہیں اور سامنے ایک بڑی سی کتاب کھلی رکھی ہوتی ہے، جس میں بارہ برجوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں اور اس طریقے سے وہ لوگ راہ چلتے لوگوں کو پھسلاتے اور فریب دیتے ہیں اور عوام الناس غیب دان سمجھ کر اُن سے رجوع کرتے ہیں اور یہ ایک پیسہ لے کر ان کو بتاتے ہیں کہ ان کی قسمت میں آئندہ کیا ہونا ہے اور ان کے ہاتھ اور چہرہ کو خوب دیکھ بھال کر اور کتاب کے ورق الٹ پلٹ کر یقین دلاتے ہیں کہ گویا واقعی کچھ حساب لگا رہے ہیں اور یہ لوگ جس کام کی بابت ان سے سوال کرتے ہیں اس کے لئے "وقت" اور "ساعت" یعنی مہورت بتاتے ہیں اور نادان عورتیں سر سے پاؤں تک ایک سفید چادر اوڑھ کر اُن کے

---

[1] برنیر۔ وقائع سیر و سیاحت (مرادآباد ۱۸۸۸ء) ج ۱/ ص ۲۸۲

نیز ملاحظہ ہو۔

TERRY-A VOYAGE TO THE EAST INDIES (L. 1655) PP. 220-223 THEVENOT AND CAREERI: INDIAN TRAVELS (DELHI 1949) PP. 194-196 PETER MUNDY TRAVELS ETC. II. PP. 195-196

پاس جمع ہوتی ہیں اور اپنی تمام عمر کے امورات کی نسبت ان سے پوچھ گچھ کرتی اور اپنے تمام دلی بھید ان سے کہہ دیتی ہیں" [1]

مابعد برنیئر نے ایک پرتگالی کا حال بیان کیا ہے جو گوا سے بھاگ کر دہلی آیا تھا اور ان نجومیوں کے ساتھ بازار میں بیٹھا ہوا لوگوں کو بے وقوف بنا رہا تھا [2]

بعد ازیں مصنف ہذا لکھتا ہے کہ جن نجومیوں کی امراء کے ہاں آمد و رفت تھی وہ علامہ دہر سمجھے جاتے تھے اور تھوڑی ہی مدت میں دولتمند ہو جاتے تھے۔ وہ آگے لکھتا ہے۔

" تمام ایشیا میں یہ بے اصل وہم پھیلا ہوا ہے اور خود بادشاہ اور بڑے بڑے امیران فریبی غیب گویوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دے کر ملازم رکھتے ہیں اور بغیر ان کی صلاح کے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی شروع نہیں کرتے۔ یہ نجومی گویا آسمان میں لکھی باتیں جانتے ہیں ہر ایک کام کرنے کے لئے مبارک گھڑی تجویز کرتے اور ہر ایک شبہ کو قرآن سے فال نکال کر حل کرتے ہیں" [3]

منوچی کے بیانات سے برنیئر کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے تقریباً پچاس سال اس نے ہندوستان میں قیام کیا تھا اور اس نے بذات خود ان تمام باتوں کا مشاہدہ کیا تھا۔ وہ لکھتا ہے:-

" کوئی بھی بڑا آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے گھر میں ایک نجومی ملازم نہ رکھتا ہو وہ نہ صرف کسی کام کے لئے باہر جانے کے بارے میں اس سے مشورہ کرتا ہے بلکہ یہاں تک کہ وہ کس وقت اور ساعت نیا لباس زیب تن کرے۔ اس سلسلے میں بھی وہ اس سے دریافت

---

[1] برنیئر وقائع سیر و سیاحت ج ۲/ص ۲۵۶ - ۲۵۷

[2] وقائع سیر و سیاحت - ص / ۲۵۷ جلد دوم

[3] ایضاً - ص ۲۵۷ - ۲۵۸ جلد دوم

کرتا ہے مغل اور ہندو دونوں اتنے سریع الاعتقاد ہیں کہ وہ لوگ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ اس پر یقین کرتے ہیں" ۱

مآثر عالمگیری اور منتخب اللباب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے جلوس کے بارہویں سال تمام ان نجومیوں کو جو دربار شاہی شاہزادوں اور صوبہ داروں سے منسلک تھے، برطرف کر دیا تھا ۲ بلکہ اس حکم کی تعمیل اتنی سختی سے کی گئی تھی کہ بخشاوروں نے ان لوگوں سے مچلکے لکھوائے تھے کہ سالِ نو کے آغاز پر جنم پتریاں نہ بنائیں اور نیز اس مضمون کے احکام دیگر صوبہ جات کو بھی روانہ کئے گئے ۳

اورنگ زیب کی وفات کے بعد پھر پہلے سی صورت حال پیدا ہو گئی۔ اور نجومیوں اور رمالوں کا ستارہ بلند ہو گیا۔ بادشاہ سے لے کر عوام تک ہر طبقے کے لوگوں میں ان کی آؤ بھگت تھی اور ہر شخص ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہر کام کے بارے میں مشورہ طلب کرتا تھا۔ اس عہد کے ادب میں نجومیوں کے اثرات کی مثالوں کی کمی نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ افواج مغلیہ نے احمد شاہ ابدالی کا پہلے دن اس لئے مقابلہ نہیں کیا تھا کہ نجومیوں کے حساب کے مطابق وہ دن جنگ کے لئے مبارک نہیں تھا۔

---

۱ منوچی (انگریزی) ج ۱/ص ۲۱۲-۲۱۳، دارا شکوہ کو نجومیوں سے بے حد عقیدت تھی۔ ایضاً ج ۱/ص ۲۲۴-۲۶۸-۲۲۸، ۳۰۰

۲ خافی خان ج ۲/ص ۲۱۴-۲۱۵۔ حالاں کہ بادشاہ ہونے سے پہلے اورنگ زیب بھی نجومیوں سے مشورہ طلب کرتا تھا۔ منوچی ج ۱/ص ۶۶

۳ محمد ساقی مستعد خاں۔ مآثر عالمگیری (ا۔ت) ص ۱۶۱، ۶۰ھ برائے تفصیل سیر المتاخرین (انگریزی ترجمہ) ج ۳/ ۲۵۸